اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (الحدید:4)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

معیت الٰہی کا علم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (الحدید:4) وہ (اللہ تعالیٰ) تمہارے ساتھ ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی معیت کا علم ہر مسلمان کو ہے۔ ہم اسے اپنی رگ جان سے بھی زیادہ قریب سمجھتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (قٓ:16) کہ ہم ان کی رگ جان سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور دوسری جگہ فرمایا کہ جہاں تین افراد ہوتے ہیں وہاں چوتھا وہ ہوتا ہے اور جہاں پانچ ہوتے ہیں وہاں چھٹا وہ ہوتا ہے۔

علم اور استحضار میں فرق:

ایک ہے کسی چیز کا علم ہونا اور دوسرا ہے کسی چیز کا استحضار ہونا۔ ''علم ہونا'' کا مطلب ہے جاننا اور استحضار اس کو کہتے ہیں کہ وہ چیز یاد رہے اور مستحضر رہے۔ علم کی حد تک تو ہم میں سے ہر ایک کو پتہ ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہیں مگر یہ چیز ذہنوں میں حاضر نہیں رہتی اور دلوں میں ہر وقت اس کی یہ کیفیت موجود نہیں رہتی۔

اوراد و وظائف کی خصوصیت:

مشائخ طریقت بیعت کے بعد جو اوراد و وظائف بتاتے ہیں ان اوراد و وظائف کی خصوصیت یہ ہوتی

ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت کی معیت کا استحضار نصیب ہو جاتا ہے جو کہ اصل مقصود ہے۔ اگر انسان کو اوراد و وظائف کرنے کے باوجود بھی معیت الٰہی کا استحضار نصیب نہ ہو تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ سلسلہ کے آداب و شرائط کی پابندی نہیں کر رہا۔

سلسلہ ءنقشبندیہ میں معیت الٰہی کا حصول:

ہمارے سلسلہ ءعالیہ نقشبندیہ کے پینتیس (35) اسباق ہیں۔ ان میں سے پندرہ (15) اسباق کے بعد سولہواں سبق ''مراقبہ معیت'' کہلاتا ہے۔ جو آدمی آداب و شرائط کے ساتھ پندرہ اسباق کرے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسے سولہویں سبق پر معیت الٰہی کی کیفیت کا استحضار نصیب نہ ہو۔ مثلاً جب کوئی بچہ سکول میں داخلہ لیتا ہے تو پہلے پرائمری پاس کرتا ہے، پھر میٹرک کا امتحان دیتا ہے، پھر ایف اے، بی اے کر کے کالج سے نکلتا ہے اور پھر ایم اے یا ایم ایس سی کر کے ماسٹرز کی ڈگری حاصل کر لیتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی اسی طرح ہے کہ سولہویں سبق پر سالک کو معیت الٰہی کی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے۔

نگاہ نبوت کا فیضان:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا حال جدا تھا۔ ان کو ''معیت الٰہی'' کی یہ کیفیت نبی علیہ الصلوۃ السّلام کی پہلی ملاقات میں ہی حاصل ہو جاتی تھی۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے وہ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

وہ مردہ حالت میں در نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جایا کرتے تھے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی نظر کیمیا اثر ان کی زندگیوں کو بدل کر رکھ دیتی تھے اور انہیں ''معیت الٰہی'' کی کیفیت حاصل ہو جاتی تھی۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ نگاہ نبوت کا فیضان کوئی اور چیز ہے۔ آج اس سے چودہ سو سال بعد کا دور ہے۔ آج اگر کوئی آدمی چاہے کہ مجھے یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو اسے محنت کرنا پڑے گی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی محنت کرے

؟اسے چاہئے کہ ذکر اور مراقبہ کرے۔ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اندر مراقبہ بتاتے ہیں۔

مراقبہ کیا ہے؟

مراقبہ کیا ہے؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''القول الجمیل'' میں فرماتے ہیں اَلْمُرَاقِبَۃُ اَنْ تَلَازِمَ قَلْبُکَ لِعِلْمٍ اَنَّ اللّٰہَ نَاظِرٌ اِلَیْکَ مراقبہ یہ ہوتا ہے کہ تو اپنے دل پر اس بات کو لازم کر لے کہ اللہ تعالیٰ تیری طرف دیکھ رہا ہے۔ یہ کیفیت انسان کو مشق کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

معیت الٰہی کی استعداد پیدا کرنے کا طریقہ:

جو حضرات بخاری شریف کا دورہ کرتے ہیں انہیں جو علم پہلے سات سال میں پڑھایا جاتا ہے وہ ان کو بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث پڑھنے اور ان کو سمجھنے کی استعداد پیدا کرنے کے لئے پڑھایا جاتا ہے۔ سات سال پڑھنے کے بعد طالب علم اتنی استعداد حاصل کر لیتا ہے کہ وہ احادیث کی تمام کتابیں پڑھ سکتا ہے اور ان احادیث کی گہرائی تک اتر سکتا ہے۔ اسی طرح ہمارے مشائخ بھی ''معیت الٰہی'' والا سولہواں سبق کرنے کے لئے پندرہ اسباق کی محنت کرواتے ہیں

اوراد و وظائف کا مقصد:

ہمارے مشائخ فقط ثواب حاصل کرنے کے لئے یہ نہیں بتاتے کہ آپ صبح و شام یہ اوراد و وظائف اور مراقبہ کیا کریں۔ ثواب کے لئے بتانا ہوتا تو اور بڑے کام تھے۔ وہ تو یہ باتیں باطن کی صفائی کے لئے بتاتے ہیں، تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے لئے بتاتے ہیں۔ ذکر کرنے سے باطن کی گندگی دور ہوتی ہے اور اللہ رب العزت کی معیت کا استحضار نصیب ہو جاتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں ایسی جم

جاتی ہے کہ

بھلانا بھی چاہو تو بھلا نہ سکو گے

ایک مثال سے وضاحت:

اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ اگر کسی ماں کا بیٹا فوت ہو جائے اور اسے دوسرے دن یہ کہا جائے کہ تم آج اپنے بچے کو یاد نہ کرنا تو یہ بات اس کے بس میں نہیں ہو گی۔ وہ بھلانا بھی چاہے گی تو بھی اسے ہر وقت بچہ یاد آئے گا۔ اسے محسوس ہو گا جیسے وہ بچہ اس کے سامنے ہے۔ وہ کھانا کھاتے ہوئے بھی اسے یاد کرے گی، بات کرتے ہوئے بھی اسے یاد کرے گی، اٹھتے بیٹھتے بھی اسے یاد کرے گی حتیٰ کے رات کو بستر پر سوتے ہوئے بھی اسے یاد کرے گی۔ جیسے وہ ماں کہتی ہے کہ بچے کو بھولنا میرے بس میں نہیں اسی طرح جو انسان یہ اسباق کر لیتا ہے اور اسے ''معیت الٰہی'' کی کیفیت مل جاتی ہے اللہ رب العزت کو بھولنا اس کے بس میں ہی نہیں ہوتا۔ اب اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ ولایت کے سب مقامات طے کر چکا ہوتا ہے۔ نہیں بلکہ وہ بندہ اللہ رب العزت کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔

اولیائے کرام اور حفاظت خداوندی:

انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں اور اولیائے کرام محفوظ ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ رب العزت اپنے اولیا کو گناہوں کی ذلت میں سے نکال لیتے ہیں۔ جیسے باپ اگر اپنے بیٹے کو غلط قسم کے لوگوں میں کھڑا دیکھے تو اس کا ذرا بھی جی نہیں چاہتا کہ وہ ان لوگوں میں رہے بلکہ اس کی یہ کوشش ہو گی کہ وہ اسے فوراً اس ماحول سے نکالے۔ بالکل اسی طرح اللہ رب العزت بھی ایسے بندے کو نفس اور شیطان کے غلبے سے نکال کر اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں کیونکہ اس نے ذکر و عبادت کے ذریعے اپنے پروردگار کو راضی کر لیا ہوتا ہے۔

تصوف وسلوک کا مقصد:

تصوف وسلوک کا مقصد نہ رنگوں کو دیکھنا، نہ مقدموں کا فتح ہونا، نہ دشمنوں پہ غالب آنا، نہ دعاؤں کا قبول ہونا، نہ رزق میں برکت ہونا اور نہ عبادات میں سرور حاصل ہونا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ استقامت کے ساتھ شریعت پر عمل نصیب ہو جائے۔ سالک جب یہ مقصد حاصل کر لیتا ہے تو وہ شریعت کے مطابق عمل کر کے سکون پا لیتا ہے۔ جیسے بچہ ماں کی گود میں آ کر پرسکون ہو جاتا ہے اسی طرح وہ بندہ مصلّے پر آ کر پر سکون ہو جاتا ہے کیونکہ اسے اللہ کے ذکر میں لطف اور مزہ آ رہا ہوتا ہے۔

مقام فنائیت:

مراقبہءمعیت کرنے سے انسان اللہ رب العزت کو ہر وقت یاد کرتا ہے۔ ہمارے مشائخ نے یہ بات ان الفاظ میں سمیٹ دی اَلْفَانِیُ لَا یُرَدُّ کہ فانی واپس نہیں لوٹتا۔ فانی کا کیا مطلب؟ فانی اس انسان کو کہتے ہیں جو ماسویٰ کی یاد کو بھلا بیٹھے۔ اللہ رب العزت کی یاد میں ڈوب جائے، اللہ کے رنگ میں رنگ جائے اور اللہ کی یاد اس کی طبیعت کا حصہ بن جائے۔ ایسا شخص ذکر میں فنائیت حاصل کر لیتا ہے جس کی وجہ سے اسے فانی کہا جاتا ہے۔

”فانی آدمی واپس نہیں لوٹتا“ کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کوئی آدمی بالغ ہونے کے بعد دوبارہ نابالغ نہیں ہو سکتا اور پھل پکنے کے بعد دوبارہ کچا نہیں ہو سکتا اسی طرح فانی آدمی ذکر کر کے اپنے روحانیت کو اس درجے پر پہنچا دیتا ہے کہ پھر اللہ رب العزت اس کو واپس نہیں لوٹنے دیتے اور اسے اپنے پیارے بندوں میں شامل کر لیتے ہیں۔ یہ چیز ہمیں حاصل ہونی چاہیے

فنائیت حاصل کرنے کا طریقہ:

فنائیت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تخلیہ (تنہائی) میں بیٹھ کر اللہ رب العزت کو یاد کیا جائے۔ انسان ساری دنیا سے ہٹ کٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ڈوب جائے۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ اکثر لوگوں کی عادت خلوت میں بیٹھنے کی نہیں ہے۔ ان کو باتوں کا چسکا ہوتا ہے اور چپ رہنے سے طبیعت گھبراتی ہے۔ محفل میں بیٹھنے کا ٹھرک ہوتا ہے اور اکیلے بیٹھنے سے طبیعت میں وحشت ہوتی ہے۔ جب کہ ہمارے مشائخ یہ کہتے ہیں کہ سد حواس ظاہر سے فتح حواس باطن ہوا کرتا ہے۔ یعنی جب انسان ظاہر کے حواس کو بند کر لیتا ہے تب اس کے باطن کے حواس کھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند گر نہ بینی سر حق برما بخند

تو اپنی آنکھ کو غیر سے بند کر لے، کان کو بند کر لے، اور اپنے لبوں کو بند کر لے پھر بھی اگر تمہیں محبوب کی یاد مزہ نہ دے تو پھر میرے اوپر ہنسی کرتے پھرنا۔ ہمارے لئے یہ کام سب سے مشکل ہے۔

مراقبہ اصل چیز ہے:

اگر پوچھیں کہ کیا آپ مراقبہ کرتے ہیں؟ تو جواب ملتا ہے کہ جی وقت نہیں ملتا۔ جی میں درود شریف اور استغفار کی تسبیحات تو کر لیتا ہوں مگر مراقبہ نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جی میں پانی، نمک، مرچ اور گھی ملا لیتا ہوں مگر میرے پاس سبزی اور گوشت نہیں ہوتا۔ تو جس آدمی کے پاس سبزی اور گوشت نہ ہو کیا وہ یہ باقی چیزیں ملا کر سالن تیار کر لے گا۔ ہرگز نہیں۔ اور اگر اس کے پاس نمک، مرچ، اور گھی نہ ہو تو کیا فقط سبزی یا گوشت ابال لینے سے وہ سالن بنا لے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح ''مراقبہ کرنا'' جو اصل چیز ہے وہ تو کرتے نہیں اور پھر کہتے ہیں کہ جی اثر نہیں ہوتا۔

ہزار سال سے آزمودہ محنت:

یاد رکھیے کہ ہمارے مشائخ کی یہ محنت کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ یہ بڑی مقبول ہستیوں کی بتائی ہوئی محنت ہے۔انہوں نے اللہ رب العزت کی پسندیدہ زندگی گزاری اوراس کے سامنے سالہا سال تہجّد کے وقت رو رو کے مانگا کہ اے مالک ! ہمیں وہ طریقہ بتا دے جس سے ہمارے دلوں میں تیری یا د بیٹھ جائے۔ان کی تقویٰ وطہارت کی زندگیوں پرخوش ہوکر پروردگار نے ان کے سامنے یہ ذکر کے طریقے کھول دیئے۔ ہزار سال سے پہلے کے مشائخ نے یہ محنت کی اور پھر انہوں نے تصدیق کی کہ جو آدمی اس طرح سے محنت کرے گا اسے یہ نعمت مل جائے گی۔جس طرح آج اگر کسی آدمی کو کوئی گولی کھانے سے صحت مل جاتی ہے تو وہ ہر ایک کو بتا تا پھرتا ہے اسی طرح ہمارے مشائخ کو جس محنت کے کرنے سے روحانی بیماریوں سے شفا ملی انہوں نے بھی اس محنت کا طریقہ بتا دیا۔اگر کوئی آدمی آج بھی اس محنت کو کرے گا تو اللہ رب العزت اس کی باطنی بیماریوں کو دور کریں گے۔

سب سے بڑی مصیبت:

آج کے دور کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ گناہوں سے سو فیصد توبہ نہیں کرتے ۔ الا ماشاء اللہ ۔ پانچوں انگلیاں برابر بھی نہیں ہوتیں۔قدسی روحیں بھی موجود ہیں۔لیکن فرض کریں کہ اگر تمام گناہوں کی تعداد سو ہے تو آج کوئی پچاس فیصد گناہوں سے بچ رہا ہے،کوئی ساٹھ فیصد بچ رہا ہے،کوئی ستر فیصد بچ رہا ہے،کوئی اسی فیصد بچ رہا ہے، دیندار کہلانے والے نوے فیصد بچ رہے ہیں اوراس سے اوپر جو ذکر اذکار کی محنت کرنے والے ہیں وہ بھی نوے اور پچانوے فیصد بچ رہے ہیں ۔ آخری پانچ فیصد گناہوں میں نفس کہیں نہ کہیں دھوکا دے جاتا ہے۔کسی کی آنکھ قابو میں نہیں ،کسی کی زبان قابو میں نہیں،

کسی نے دل کو کسی ارمان میں پھنسا رکھا ہے اور کسی نے اپنے آپ کو کسی کاروبار میں الجھا رکھا ہے۔ کوئی نہ کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بندہ اللہ رب العزت سے دور رہتا ہے۔

گناہ کی نجاست کا وبال:

اللہ رب العزت پاک ہیں اور پاک چیز کو ہی پسند کرتے ہیں۔ جب کہ گناہ نجاست ہے۔ اسی لئے تو مشرک بندے کو ان الفاظ میں نجس کہا گیا۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ: 28) ایک مشرک ستر مرتبہ بھی اگر غسل کر کے آجائے تو وہ پاک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ایک ظاہری نجاست ہوتی ہے اور ایک حکمی نجاست ہوتی ہے۔ اور مشرک بندہ شرک کی وجہ سے نجاست حکمی میں ملوث ہوتا ہے۔ جب تک وہ شرک والے گناہ کو نہیں چھوڑے گا تب تک وہ اس نجاست سے پاک نہیں ہو سکتا۔ چونکہ گناہ نجاست کی مانند ہے اس لئے اگر ہمارا ایک عضو بھی گناہ کی نجاست سے لتھڑا ہوا ہو تو ہم اللہ تعالیٰ سے واصل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اس پاک پروردگار کے ساتھ وصل حاصل کرنے کے لئے گناہوں کی ذلت اور گندگی سے نکلنا ضروری ہے۔

منزل کے سامنے تھکنے والا مسافر:

یوں سمجھئے کہ کلمہ پڑھ کر سو گناہوں کو چھوڑنا تھا۔ کسی نے نوے قدم اٹھا لئے، کسی نے پچانوے قدم اٹھا لئے، کوئی اللہ تعالیٰ سے دس قدم دور کھڑا ہے، کوئی پانچ قدم دور کھڑا ہے۔ لیکن جس نے سو فیصد گناہوں کو چھوڑا ہے وہ بندہ اللہ سے واصل ہو گیا ہے۔ اب ہماری زندگی پر کتنا افسوس ہے کہ ہم پچانوے قدم تو اٹھا چکے ہیں اور آخری پانچ قدم نہ اٹھانے کی وجہ سے ہم واصل نہیں ہو رہے۔

حسرت ہے اس مسافر مضطر کے حال پر جو تھک کے رہ گیا ہو منزل کے سامنے

منزل بھی سامنے ہے اور ہر کام شریعت وسنت کے مطابق کرتے ہیں مگر کوئی ایک آدھ گناہ ایسا ہے جس نے الجھایا ہوا ہے۔

گناہوں سے کیسے بچا جائے؟

معزز جماعت! ان باقی ماندہ گناہوں سے بھی توبہ کر کے اپنے پروردگار سے واصل ہو جایئے اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً (البقرہ:208) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم پورے کے پورے سلامتی میں داخل ہو جاؤ۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ تم سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک گناہوں کی ذلت سے نکل جاؤ اور طاعات کی عزت پا جاؤ۔ اور گناہوں سے بچنا تب ہی آسان ہے جب دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا استحضار رہے گا۔

امریکہ میں چوری کا سد باب:

ہم نے یورپ و امریکہ میں دیکھا کہ وہاں بڑے بڑے سٹور ہوتے ہیں۔ لوگ وہاں پر چیزیں خریدنے تو جاتے ہیں مگر کوئی بندہ بھی وہاں پر پڑی کسی چیز کو اٹھا کر جیب میں نہیں ڈالتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کچھ کیمرے لگائے ہوئے ہوتے ہیں اور لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی بھی چیز چرائی تو کیمرے کی سکرین پر محفوظ ہو جائے گی۔ سکیورٹی گارڈ بیٹھے دیکھ رہے ہیں وہ آ کر اسے پکڑیں گے اور اس سے کہیں گے کہ آپ نے چوری کی ہے۔ اگر کوئی چور وہاں پر کہے کہ میں نے چوری نہیں کی تو وہ سکیورٹی گارڈ وہ چیز جہاں اس نے ڈالی ہوتی ہے وہ نکال کر بھی دکھائیں گے اور سکرین کے اوپر اس کو چوری کرتا ہوا بھی دکھا دیں گے۔ جب کچھ لوگ اس طرح چوری کرتے پکڑے گئے تو باقی لوگوں پر ایسا خوف بیٹھ گیا کہ کافر اور دغا باز ہونے کے باوجود وہاں جا کر چوری کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ کیونکہ ہر ایک کو احساس ہوتا

ہے کہ مجھے دیکھا جارہا ہے۔اگر کیمرے کی آنکھ دیکھ رہی ہوتی ہے اور بندے کو اتنا ڈر لگا ہوتا ہے تو جس بندے کو یہ استحضار نصیب ہو کہ میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا ہے تو وہ گناہوں کی جرأت کیسے کرے گا۔

انسانی سوچ پر ماحول کا اثر:

آدمی جس ماحول میں رہتا ہے اس پر ویسی ہی سوچ غالب آجاتی ہے مثلاً اگر ایک آدمی کسی ڈسپنسری میں بیٹھا ہو اور وہ ڈسپنسر سے کہے کہ میرے سر میں درد ہے تو وہ اسے فوراً کہے گا کہ تم پیناڈول کی گولی کھالو۔ اور اگر کوئی آدمی مسجد میں علما کے پاس بیٹھا ہو اور کہے کہ جی مجھے سر درد ہے تو ساتھ والا کہے گا کہ حضرت صاحب سے دم کروالو۔ڈسپنسری کے ماحول میں گولی کھانے کی طرف دھیان چلا گیا اور مسجد کے ماحول میں دم کی طرف دھیان چلا گیا۔گویا جیسا ماحول تھا بندے کی سوچ بھی ویسی ہی بن گئی۔

مسبب الاسباب کی یاد:

چونکہ ہم عالم اسباب میں رہتے ہیں اس لئے اسباب ہم پر غالب آجاتے ہیں۔ ہماری سوچ ماتحت الاسباب ہوتی ہے۔مگر یہ بات ضروری ہے کہ ہم کچھ دیر مسبب الاسباب کی یاد میں گزاریں تاکہ ہماری توجہ اسباب سے بالاتر ہو جائے۔تب ہمارا دھیان اللہ رب العزت کی طرف جائے گا۔ورنہ اسباب میں پھنسے رہیں گے۔

حضرت زکریاؑ اور حضرت مریمؑ پر ماحول کے اثرات:

حضرت زکریا علیہ السّلام دعوت وتبلیغ کے کام کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں لوگوں سے ملتے رہے، تبلیغ کرتے رہے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے رہے۔لوگوں کے ساتھ ملنے کی وجہ سے عالم اسباب میں زندگی گزرتی رہی۔ چونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جیسا ماحول ملے ویسی سوچ غالب آجاتی ہے اس لئے جب واپس آنے لگے تو ذہن میں خیال آیا کہ مریم کے پاس کھانے پینے کی چیزیں کچھ کم تھیں کہیں

ایسا نہ ہو کہ وہ ختم ہی ہوگئی ہوں ۔ اسے لا کر دینے والا تو اور کوئی نہیں ہے اور مجھے بھی دیر ہوگئی ہے ۔ یہ سوچ کر ذرا تیزی سے چلے كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (ال عمرن: 37) جب محراب میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مریم بیٹھی ہوئی بے موسم کے پھل کھا رہی تھی ۔

وہ حیران ہو کر پوچھنے لگے أَنَّى لَكِ هَذَا (ال عمرن: 37) مریم! یہ پھل تجھے کس نے لا کر دیئے ۔ چونکہ مریم ذکر و عبادت اور تخلیہ میں وقت گزار رہی تھی اور انابت الی اللہ کی کیفیت پکی ہو چکی تھے اس لئے وہ کہنے لگی هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ (ال عمرن: 37) کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (ال عمرن: 37) بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اسے بغیر حساب رزق عطا فرما دیتے ہیں ۔

جب مریمؑ نے یہ بات کی تو حضرت زکریا علیہ السّلام کی توجہ اس طرف گئی کہ واقعی اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہیں ۔ اس لئے انہوں نے اس وقت دعا مانگی کہ اے اللہ! اگر آپ مریم کو بے موسم کے پھل عطا کر سکتے ہیں تو مجھے بھی تو طیب (پاکیزہ) بیٹا عطا فرما دے ۔ اللہ رب العزت نے موقع محل کے مناسب مانگی ہوئی دعا فوراً قبول فرما لی ۔

حضرت زکریا علیہ السّلام اونچی شان والے ہیں مگر چونکہ وہ لوگوں سے مل ملا کر آ رہے تھے اس لئے ان کی سوچ اسباب کے تحت تھی اور مریم چونکہ تخلیہ میں بیٹھی تھی اس لئے اس کی توجہ اسباب سے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف تھی ۔

مگر یہی مریم جو بے موسم کے پھل کھاتی تھی جب اس نے خود گھر کی زندگی گزارنی شروع کر دی تو اس کی سوچ بھی ماتحت الاسباب ہوگئی ۔

ایک مرتبہ مریمؑ غسل کرنے کے لئے گھر کی مشرقی جانب گئیں تو پردہ کرلیا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا (مریم: 17) اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جبرئیل علیہ السّلام کو بھیج دیا۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم: 17) جبرئیل علیہ السّلام بھرپور نوجوان کی شکل میں سامنے آئے۔ جب وہ بھرپور مرد کی شکل میں سامنے آئے تو مریم آج کے دور کی کوئی بگڑی ہوئی بیگم تو نہیں تھی کہ وہ تنہائی میں غیر محرم کو دیکھ کر مسکراہٹوں سے استقبال کرتی۔ وہ تو عفیفہ تھیں۔ انہوں نے جب انہیں تنہائی میں دیکھا تو فوراً ڈر گئیں اور گھبرا کر کہنے لگیں۔ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (مریم: 18) کہ میں رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں۔ جب ڈر کر کہا کہ میں رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں تو جبرئیل علیہ السّلام سمجھ گئے کہ مریم خوفزدہ ہوگئی ہے لہٰذا اب اسے بات بتا دینی چاہیے۔ چنانچہ فرمانے لگے کہ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ (مریم: 19) میں تیرے رب کا بھیجا ہوا نمائندہ ہوں۔ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (مریم: 19) تاکہ تجھے نیک بیٹا دیا جائے۔

چونکہ اب مریم اسباب کے تحت زندگی گزار رہی تھیں لہٰذا سوچنے لگیں کہ بیٹا ہونے کے تو دو سبب ہوتے ہیں۔ یا تو انسان نکاح کرے یا پھر گناہ کرے۔ نہ میں نے نکاح کیا اور نہ میں نے گناہ کیا۔ جب دونوں سبب موجود نہیں ہیں تو پھر میرا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے۔ جبرئیل علیہ السّلام نے فرمایا قَالَ كَذٰلِكِ (مریم: 21) مریم! جیسے تم کہہ رہی ہو ایسا ہی ہے۔ نہ آپ نے نکاح کیا نہ آپ سے گناہ ہوا۔ كَذٰلِكِ کے لفظ نے بی بی مریم کی پاکدامنی پر مہر لگا دی۔ قرآن مجید قیامت تک ان کی پاکدامنی کی گواہی دیتا رہے گا۔ اللہ ایسی بیٹیاں ہر ایک کو نصیب فرمائے آمین۔ جبرئیل علیہ السّلام نے فرمایا قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (مریم: 21) کہ آپ کے رب نے کہا ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے۔ آپ کو یہ بیٹا کسی زلفوں والی

سرکار نے نہیں دینا بلکہ آپ کو یہ بیٹا پاک پروردگار نے دینا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ان کو بیٹا دے دیا۔

ایمان کو مضبوط سے اضبط کرنے کا طریقہ:

ہمارے مشائخ یہی فرماتے ہیں کہ ہم روزانہ کچھ وقت تخلیہ میں گزاریں مصلےؐ پر بیٹھیں یا مسجد کے کونے میں بیٹھیں یا تنہائی میں بیٹھیں۔ اس وقت ساری دنیا سے ہٹ کٹ جائیں۔ یہ سوچیں اور فکریں جنہوں نے ہمیں بوڑھا کر دیا ہے اس وقت ان کو اپنے ذہنوں سے نکال پھینکا کریں اور اپنے دماغ کو خالی کر کے اپنے مولا کی یاد میں لگا دیا کریں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان ہوگا تو ایمان مضبوط سے اضبط ہوتا چلا جائے گا۔ یہ کونسی ایسی بات ہے جو سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

انگلی پکڑ کر منزل پر پہنچانے والے:

بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ جی بیعت کیوں کی جاتی ہے؟ پیر کی کیا ضرورت ہے؟ بھئی! اس لئے بیعت ہوتے ہیں کہ وہ مشائخ اللہ رب العزت کی معیت حاصل کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔ جس راستے سے ہم نے گزرنا ہوتا ہے وہ اس راستے سے گزر چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ انگلی پکڑ کر منزل تک پہنچا دیتے ہیں۔

افضل ایمان:

جس بندے کے اندر معیت الٰہی کا استحضار پیدا ہو جاتا ہے وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہتا ہے۔ اس کو حدیث پاک میں افضل الایمان کہا گیا ہے۔ حضرت عبادہ ابن صامتؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا۔ اَفْضَل الایمان اَنْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ مَعَكَ حِيْنَ مَا كُنْتَ۔

افضل ایمان یہ ہے کہ تو اس بات کو جان لے کہ اللہ رب العزت تیرے ساتھ ہیں تو جہاں کہیں بھی ہے۔ اس افضل ایمان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا احفظ الله يحفظك ، احفظ الله تجدك تجاهك تو اللہ کی حفاظت کر، تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا، گویا ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے گا۔

فکر کی گندگی کا علاج:

اس چیز میں آج عوام الناس کا تو کیا کہنا علما اور طلبا بھی وہ محنت نہیں کر رہے جو کرنی چاہئے تھی۔ اسی لئے نفسانیت سے جان نہیں چھوٹتی۔ طلبا اکثر شکوہ کرتے ہیں کہ حضرت! نظر قابو میں نہیں رہتی ، حضرت! وسوسوں پہ قابو نہیں رہتا، حضرت! جو پڑھتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں۔ سب کا لب لباب فکر کی گندگی ہے۔ اور فکر کی گندگی ہمیشہ ذکر سے دور ہوا کرتی ہے۔ آپ ذرا توجہ سے ذکر کیجیے پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ فکر کو کیسے پاک فرما دیتے ہیں۔ سوچ بھی پاک ہو جاتی ہے اور انسان کے اندر سے ہوس بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی نگاہ کی حفاظت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی طبیعت میں سکون پیدا کر دیتے ہیں۔ آج ہمیں ہماری ہوس نے پریشان کر رکھا ہے۔ جس کی شادی نہیں ہوئی وہ بھی پریشان ہے اور جس کی ہو چکی ہے وہ اس سے بھی زیادہ پریشان ہے۔ اس بیماری سے جان چھڑانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کا باقاعدہ علاج کروایا جائے۔ اور یاد رکھئے کہ اس کا علاج ذکر سے ہوگا۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ ذِكْرُ اللّٰهِ شِفَاءُ الْقُلُوْبِ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے۔

دل کے روگ کی علامت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا، اے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی بیویو! اگر کسی سے گفتگو کرنے کا

موقع آئے تو تم پردے کے پیچھے سے گفتگو کرو اور ذرا سختی سے بات کرو، ایسا نہ ہو کہ اگر تم نرمی سے بولو فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (الاحزاب:32) تو طمع کرے وہ بندہ جس کے دل میں مرض ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر محرم سے بات کر کے اور غیر محرم کی طرف دیکھ کر جو بندہ دل میں طمع کرتا ہے اس کے بارے میں قرآن کی گواہی ہے کہ اس کے دل میں مرض ہوتا ہے۔ اگر آج طمع کی نظر ادھر ادھر اٹھتی ہے یا بات کر کے طبیعت کے اندر طمع پیدا ہوتا ہے تو یہ اس بات کی پکی دلیل ہے کہ ہمارے دلوں کے اندر مرض موجود ہے۔ اسی لئے مشائخ ذکر کرواتے ہیں جس سے یہ طمع ختم ہو جاتا ہے اور طبیعت کے اندر سکون آ جاتا ہے۔

اللہ کی رضا کی طلب:

جس آدمی کو معیت الٰہی کی کیفیت کا استحضار نصیب ہو جائے اس کے لئے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہر کام کرتے وقت وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں اس لئے وہ ہر کام اللہ کی رضا کے لئے کر رہا ہوتا ہے۔

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور رضائے الٰہی:

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابرین میں سے تھے۔ ایک مرتبہ وہ کسی بچے کو کسی غلطی پر سزا دینے لگے۔ اسے دو چار تھپّڑ لگائے۔ جب بچے کو تھپّڑ لگے اور اسے درد ہوا تو رو کر کہنے لگا، حضرت! مجھے اللہ کے لئے معاف کر دیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، او خدا کے بندے! میں تجھے اللہ کے لئے ہی تو مار رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ ان کا غصہ کے وقت بھی کسی کو مارنا اللہ کے لئے ہوا کرتا تھا۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رضائے الٰہی:

ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک کافر کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ قریب تھا کہ اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیتے۔ مگر اس کمینے نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور پر تھوک دیا۔ جب تھوک دیا تو بجائے اس کو ذبح کرنے کے آپ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا، علی! آپ نے مجھے مارا کیوں نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں تجھے اللہ کی رضا کے لئے مارنا چاہتا تھا مگر جب تو نے میرے چہرے پر تھوکا تو پھر میرا ذاتی غصہ بھی شامل ہو گیا اور میں اپنے ذاتی غصے کی وجہ سے کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔

ایک چرواہے کے دل میں معیت الٰہی کا استحضار:

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جنگل میں پڑاؤ ڈالا۔ ایک نوجوان اپنی بکریوں کو چراتا ہوں قریب سے گزرا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا، آؤ بھئی! کچھ کھالو۔ وہ کہنے لگا، اَنَا صَائِمٌ کہ میں روزہ دار ہوں۔ جب اس نے یہ بات کہی تو آپ بڑے حیران ہوئے کہ جنگل کی تنہائی ہے اور کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے اور یہ نوجوان روزہ رکھے ہوئے ہے اور پھر سخت گرمی میں بکریاں چرا رہا ہے اور کوئی تعریف کرنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اس کو ذرا آزمانا چاہیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر کے بعد اسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا، بھئی! ایک بکری تم ہمیں دے دو، ہم اس کو ذبح کر کے کھائیں گے اور تم بھی افطاری کے وقت ہمارے ساتھ کھا لینا۔ وہ نوجوان کہنے لگا، جی یہ بکریاں میری نہیں ہیں یہ تو میرے مالک کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اتنی بکریوں میں سے ایک بکری کا تیرے مالک کو کیا پتہ چلے گا؟ جب یہ فرمایا تو کہنے لگا، اگر میرے مالک کو پتہ نہیں چلے گا تو فَاَیْنَ اللّٰہ تو پھر اللہ کہاں ہے؟ اس کو تو پتہ چل جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ واقعہ سناتے اور فرماتے کہ اللہ رب العزت نے اس نوجوان کے دل میں کیسا ایمان رکھ دیا تھا کہ وہ جنگل میں بھی کہتا تھا فَاَیْنَ اللّٰہ کہ پھر اللہ کہاں ہے؟

ایک لڑکی کے دل میں معیت الٰہی کا استحضار:

ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رات کو گلی میں چکر لگا رہے تھے۔ ایک گھر سے ایک بوڑھی ماں اپنی بیٹی سے باتیں کر رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غور کیا تو پتہ چلا کہ وہ بڑھیا اس لڑکی سے پوچھ رہی تھی کہ کیا بکری نے دودھ دے دیا؟ اس نے کہا، جی ہاں دے دیا۔ پھر پوچھا کہ کتنا دودھ دیا ہے؟ لڑکی نے کہا، تھوڑا سا دیا ہے۔ وہ کہنے لگی، کہ مانگنے والے تو پورا مانگیں گے اس لئے تم اس میں پانی ملا دو۔ اس نے کہا، امیر المومنین نے پانی ملانے سے منع کیا ہوا ہے اس لئے میں نہیں ملاتی۔ وہ بڑھیا کہنے لگی، کونسا امیر المومنین ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ لڑکی نے کہا، اماں! اگر امیر المومنین نہیں دیکھ رہے تو امیر المومنین کا پروردگار تو دیکھ رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ مکالمہ سنا اور گھر آ ئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صبح اس بڑھیا کو بھی بلوایا اور اس لڑکی کو بھی۔ اس بڑھیا کو آپ نے تنبیہ فرمائی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کی عمر پوچھی تو پتہ چلا کہ وہ بالغہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کے تقویٰ کی بنیاد پر اسے اپنی بہو کے طور پر پسند فرما لیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا رشتہ مانگا اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی بہو بن گئی۔ یہ وہی لڑکی تھی جو بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نانی بنی۔ یہ ایمان ہوتا ہے جس کی تاثیر اللہ تعالیٰ اولادوں اور نسلوں میں چلا دیتے ہیں۔

ایک لڑکے کے دل میں معیت الٰہی کا استحضار:

کہتے ہیں کہ ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ جب وہ انگوروں کے ایک باغ کے قریب سے گزرے تو باپ کا دل للچا پڑا اور اس نے چاہا کہ کچھ انگور کھاؤں۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو ایک جگہ کھڑا کیا اور کہا، بیٹا! تم یہاں کھڑے ہو کر ادھر ادھر جھانکنا تا کہ کوئی آنے لگے تو پتہ چل جائے۔ جب وہ

انگور توڑنے کے لئے گیا تو وہ ابھی درخت کے قریب ہی پہنچا تھا کہ بچے نے شور مچا دیا۔ کہنے لگا یَا اَبِیْ یَا اَبِیْ اَحَدٌ یَّرَانِیْ اے ابا جان! اے ابا جان! ایک ہمیں دیکھ رہا ہے۔ جب اس نے یہ کہا تو باپ ڈر کر پیچھے کی طرف بھاگا۔ اس نے بچے کے پاس آ کر ادھر ادھر دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ کہنے لگا، کون دیکھ رہا ہے؟ بیٹے نے کہا، ابا جان اگر کوئی بندہ نہیں دیکھ رہا تو بندوں کا پروردگار تو دیکھ رہا ہے۔

خبردار! اللہ دیکھ رہا ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی (العلق:14) کیا یہ (کافر مشرک گنہگار) نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ان الفاظ کو پڑھ کر حیران ہوتے ہیں۔ اب بتائیے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کی نگاہوں کے سامنے گناہ کریں گے تو پھر کل قیامت کے دن ہمیں کتنی شرمندگی اور ذلت ہوگی۔ اس لئے آج موقع ہے کہ ہم اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اپنے اندر ''معیت'' کی یہ کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ہم محنت کے لئے ہی تو پیدا ہوئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (البلد:4) تحقیق انسان کو محنت کے لئے پیدا کیا گیا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریاؒ اور معیت الٰہی:

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ گئے۔ بیعت ہوئے اور انہوں نے تیسرے دن انہیں خلافت دے دی۔ جب ان کو تیسرے دن خلافت ملی تو وہاں کے جو مقامی لوگ تھے وہ کہنے لگے، حضرت! یہ دور سے آیا ہے اور تین دنوں میں اس کو یہ نعمت مل گئی مگر ہم لوگ بھی تو مدتوں سے آپ کی خدمت میں پڑے ہیں، ہم پر بھی نظر کرم فرما دیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اچھا آپ کو سمجھائیں گے۔

دوسرے دن انہوں نے بہت ساری مرغیاں منگوائیں اور ان تمام لوگوں کو دیں جنہوں نے اعتراض کیا تھا اور ایک بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دی اور سب سے فرمایا کہ اس مرغی کو ایسی جگہ پر ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو۔ چنانچہ کوئی درخت کی اوٹ میں ذبح کر کے لایا، کوئی کمرے میں ذبح کر کے لایا اور کوئی دیوار کے پیچھے ذبح کر کے لایا۔ سب نے ذبح کر کے لا دیں اور حضرت کو دکھائیں۔ مگر بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھوڑی دیر کے بعد آئے اور رونا شروع کر دیا۔ حضرت نے پوچھا ، بھئی! تم کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگے، حضرت،! آپ نے فرمایا تھا کہ کسی ایسی جگہ پر ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو مگر میں جہاں بھی گیا، وہاں میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا تھا جس کی وجہ سے میں ذبح نہ کر سکا اور یوں آپ کے حکم پر عمل نہیں ہو سکا۔

اس وقت حضرت نے اپنے دوسرے مریدین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، دیکھو! میں نے اس کی اس کیفیت کی وجہ سے اسے یہ نعمت جلدی دے دی ہے۔

منکرین تصوف اور مقام احسان:

محترم جماعت! ہمارے دل میں ہر وقت یہ کیفیت رہنی چاہئے کہ ہم اللہ رب العزت کے سامنے ہیں۔ اس کو ''مقام احسان'' کہتے ہیں۔ جو لوگ تصوف کے مخالف ہیں وہ ذرا بتائیں کہ وہ مقام احسان کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ جبرئیل علیہ السّلام نے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام سے پوچھا مَا الْاِحْسَانُ اے اللہ کے محبوب ﷺ! احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، بھئی! آپ ہی بتا دیجئے۔ وہ کہنے لگے، اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ تو اللہ کی عبادت ایسے کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ اور اگر یہ کیفیت نہیں تو تو اللہ کی عبادت ایسے کر جیسے وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ یعنی اول تو

مشاہدے کی کیفیت ہو اور اگر وہ نہیں تو پھر مراقبے کی کیفیت ہو۔
ان لوگوں سے پوچھیں کہ اگر نہ مراقبے کی کیفیت ہو اور نہ مشاہدے کی کیفیت ہو تو پھر نمازیں کیسی پڑھتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ تصوف بدعت ہے اور یہ ایک عجمی چیز ہے۔ بھئی! اگر تصوف کو عجمی چیز مانتے ہو تو احسان کو تو عربی چیز مانو گے ناں۔ بتاؤ، احسان کیسے حاصل کر سکتے ہو؟ کیا آپ میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو کھڑا ہو کر یہ کہے کہ مجھے احسانی کیفیت حاصل ہے۔ آپ ہزاروں میں سے ایک بندہ بھی نہیں دکھا سکے۔ اور الحمدللہ، ہم ذکر اذکار کرنے والے کتنے ہی ایسے بندے پیش کر سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی ذلت سے محفوظ کیا ہوتا ہے۔

اللہ والوں پر یاد الٰہی کا غلبہ:

بنیادی طور پر یہ چیز دیکھنی ہوتی ہے کہ کس کو ایمان کی وہ اعلیٰ کیفیت حاصل ہو گئی ہے؟ معیت الٰہی کا استحضار کس کو نصیب ہو گیا ہے؟ جس کو یہ نعمت نصیب ہو جاتی ہے وہ گناہ کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بلکہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر ایسے بندے کو ہزار سال کی عمر بھی دی جائے اور وہ ہزار سال کوشش کرے کہ میں اللہ کو دل سے بھلا بیٹھوں تو وہ پھر بھی اللہ تعالیٰ کو دل سے بھلا نہیں سکے گا۔

بھلانا بھی چاہو بھلا نہیں سکو گے

اللہ کی یاد دل میں ایسی رچ بس جاتی ہے۔ جیسے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جی رشتے سے تو انکار ہو گیا ہے لیکن کیا کریں کہ اس کو دل بھول ہی نہیں رہا۔ یہ بھی کہہ رہے ہوتے ہیں کہ رشتے سے انکار ہو گیا ہے اور اس کے ماں باپ رشتہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مگر ساتھ ہی کہہ رہے ہوتے ہیں کہ بس دل ایسا پھنسا ہے کہ وہ دل سے بھول ہی نہیں رہی۔ او خدا کے بندے! اگر ایک مخلوق کے حسن و جمال کا تیرے دل پر

یہ اثر ہے کہ تو بھلانا بھی چاہتا ہے مگر بھلا نہیں پاتا، تو جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کے نقوش بیٹھ جاتے ہیں کیا ان کو یہ کیفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ والے اللہ کے متوالے ہوتے ہیں ان کے دلوں میں ہر وقت یہ کیفیت رہتی ہے کہ

لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ اللہ

ان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ یاد رہتے ہیں

گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار   لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

وہ ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے بارے میں فرماتے ہیں

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور: 37) کہ یہ میرے وہ بندے ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت بھی میری یاد سے غافل نہیں کر پاتی۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ میرے وہ ہمت والے بندے ہیں اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (ال عمرن: 191) جو کھڑے بھی مجھے یاد کرتے ہیں، لیٹے بھی مجھے یاد کرتے ہیں، اور بیٹھے بھی مجھے یاد کرتے ہیں۔ جب انسان کو یہ کیفیت مل جائے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتا۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اور معیت الٰہی:

حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ، خود مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ دوسرے خلفا اکٹھّے بیٹھے تھے۔ اس دوران میں خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مذاق کی کچھ باتیں سنانا شروع کر دیں۔ یعنی خوش طبعی کی ایسی باتیں سنانا شروع کر دیں کہ لوگوں نے ہنسنا شروع کر دیا۔۔۔ سچی

باتیں بھی خوش طبعی والی ہوسکتی ہیں۔بعض اوقات نبی علیہ الصلوۃ والسّلام بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے خوش طبعی کی باتیں فرمالیتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی ایک دسرے سے خوش طبعی فرمالیتے تھے۔ضروری نہیں ہوتا کہ جھوٹے لطیفے سنا کر ہی خوش کرنا ہوتا ہے۔اللہ والوں کے پاس ایسے لطائف علمیہ ہوتے ہیں کہ بات بھی سچی کرتے ہیں اور دوسرے کھلکھلا کر ہنس بھی رہے ہوتے ہیں۔۔۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں کچھ دیر ایسی باتیں سنائیں کہ ہم ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوگئے۔ ہم نے ان سے کہا کہ اب تو پیٹ میں بل پڑنے لگے ہیں، اب آپ یہ باتیں نہ سنائیں۔اس بات کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس تمام ہنسی کے دوران ایک لمحہ بھی اللہ سے غافل نہیں ہوا۔فرماتے ہیں کہ ایک ایسا عجیب سا سوال تھا کہ ہم حیران رہ گئے۔پھر فرمانے لگے کہ میں تمہیں اتنی دیر ہنساتا رہا مگر اس دوران میں ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ سے غافل نہیں ہوا۔جس انسان کو معیت الٰہی کی کیفیت حاصل ہو چکی ہوتی ہے وہ ایسی باتیں سن کر ہنس بھی رہا ہوتا ہے مگر اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔

ایک بادشاہ کی سبق آموز داستان:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور فقیہہ کے دور کا واقعہ ہے کہ وقت کا بادشاہ اپنی بیوی کے ساتھ تخلیہ میں تھا۔اس کی بیوی کسی وجہ سے اس سے ناراض تھی۔بادشاہ چاہتا کہ محبّت و پیار میں وقت گزاریں اور بیوی جلی بیٹھی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ اس کی شکل ایک آنکھ بھی نہ دیکھوں۔ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ جب بہت دیر گزر گئی تو بادشاہ نے محبّت میں کچھ اور بات کر دی۔جب اس نے بات کر دی تو اس نے آگے سے کہا، جہنمی! دفعہ ہو یہاں سے۔جب اس نے اتنی بڑی بات کہہ دی تو بادشاہ کو بھی غصہ آ گیا۔ چنانچہ کہنے لگا، اچھا! اگر میں جہنمی ہوں تو تجھے بھی تین طلاق۔اب اس نے بات تو کر دی۔مگر وہ دونوں

پوری رات متفکّر رہے کہ آیا طلاق ہوئی بھی ہے یا نہیں۔

خیر صبح اٹھے تو ان کے دماغ ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ چنانچہ فتویٰ لینے کے لئے متفکّر ہو گئے۔ چنانچہ کسی مقامی عالم کے پس پہنچے اور ان کو پوری صورتحال بتائی اور کہا کہ بتائیں کہ طلاق واقع بھی ہوئی یا نہیں کیونکہ مشروط تھی۔ انہوں نے کہا، میں اس کا فتویٰ نہیں دے سکتا کیونکہ میں نہیں جانتا کہ تم جہنمی ہو یا نہیں۔ کئی اور علما سے بھی پوچھا گیا۔ مگر ان سب نے کہا کہ ہم اس کا فتویٰ نہیں دے سکتے کیونکہ بات مشروط ہے۔

بادشاہ چاہتا تھا کہ اس قدر خوبصورت اور اچھی بیوی مجھ سے جدا نہ ہو۔ مگر مسئلہ کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اب حلال بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ بڑا مسئلہ بنا۔ بلکہ بادشاہ کا مسئلہ تو اور زیادہ پھیلتا ہے۔ بالآخر ایک فقیہہ کو بلایا گیا اور ان سے عرض کیا گیا کہ آپ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں جواب تو دوں گا مگر اس کے لئے مجھے بادشاہ سے تنہائی میں کچھ پوچھنا پڑے گا۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے، پوچھیں۔ چنانچہ انہوں نے بادشاہ سے علیحدگی میں پوچھا کہ کیا آپ کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا موقع آیا ہے کہ آپ اس وقت گناہ کرنے پر قادر ہوں مگر آپ نے اللہ کے خوف سے وہ کبیرہ گناہ چھوڑ دیا ہو۔

بادشاہ سوچنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا، ہاں ایک مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ پوچھا، وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا، ایک مرتبہ جب میں آرام کے لئے دوپہر کے وقت اپنے کمرے میں گیا تو میں نے دیکھا کہ محل میں کام کرنے والی لڑکیوں میں سے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی میرے کمرے میں کچھ چیزیں سنوار رہی تھی۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو میں نے اس لڑکی کو کمرے میں اکیلے پایا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر میرا خیال برائی کی طرف چلا گیا۔ چنانچہ میں نے دروازے کی کنڈی لگا دی اور اس کی طرف آگے بڑھا۔ وہ لڑکی ایک نیک، عفیفہ اور پاکدامنہ لڑکی تھی۔ اس نے جیسے ہی دیکھا کہ بادشاہ نے

کنڈی لگا لی ہے اور میری طرف خاص نظر کے ساتھ قدم اٹھا رہا ہے تو وہ فوراً گھبرا گئی۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ کہنے لگی يَا مَلِكُ ! اِتَّقُوا اللّٰه اے بادشاہ! اللہ سے ڈر۔ جب اس نے یہ الفاظ کہے تو اللہ کا نام سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اللہ کا جلال میرے اوپر غالب آ گیا۔ چنانچہ میں نے اس لڑکی سے کہا، اچھا، چلی جا۔ میں نے دروازہ کھولا اور اسے کمرے سے بھیج دیا۔ اگر میں گناہ کرنا چاہتا تو میں اس وقت اس لڑکی سے گناہ کر سکتا تھا، مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا مگر اللہ کے جلال، عظمت اور خوف کی وجہ سے میں نے اس لڑکی کو بھیج دیا اور گناہ سے باز آ گیا۔

اس فقیہہ نے فرمایا کہ اگر تیرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا تو میں فتویٰ دے دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے اور تیری طلاق واقع نہیں ہوئی۔

اب دوسرے علما نے کہا، جناب! آپ کیسے فتویٰ دے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، جناب! میں نے اپنی طرف سے فتویٰ نہیں دیا بلکہ یہ فتویٰ تو قرآن دے رہا ہے۔ وہ حیران ہو گئے کہ قرآن نے فتویٰ کہاں دیا۔ انہوں نے جواب میں قرآن کی آیت پڑھی۔ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○ (النزعت: 41-40) کہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات میں پڑنے سے بچا لیا تو ایسے بندے کا ٹھکانہ جنت ہو گی۔ پھر انہوں نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا، چونکہ تم نے اللہ کے خوف کی وجہ سے گناہ کو چھوڑا تھا اس لئے میں لکھ کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرما دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں معیت کا یہ استحضار نصیب فرما دیں، ہمیں گناہوں کی ذلت سے محفوظ فرما دیں اور بقیہ زندگی گناہوں سے پاک ہو کر گزارنے کی توفیق عطا فرما دیں۔ (آمین ثم آمین)